

گوجروں کا عروج و زوال

محمد اشرف گوجر

نام کتاب : گوجروں کا عروج و زوال

مصنف : محمد اشرف گوجر

ایڈیشن : اول

تاریخ اشاعت : ۲۵، دسمبر ۱۹۸۴ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : دس روپے

ناشر : چوہدری محمد شہباز

پتہ مصنف : معرفت پوسٹ بکس نمبر ۱۳۲۸ اسلام آباد

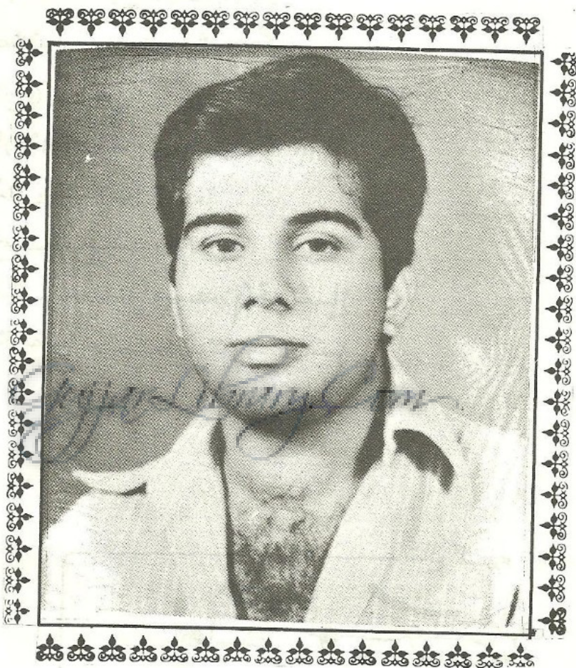
شائع کردہ

نوائے گوجر پبلیکیشنز

معرفت پوسٹ بکس نمبر ۱۶۳۲

اسلام آباد

اِک کلی جو بن کھلے مرجھا گئی



سہیل سُلطان مرحوم

انتساب

سہیل سلطان مرحوم کے نام جن کے
والد چوہدری بختاور حسین سلطان اور
دادا چوہدری محمد حسین سلطان مرحوم
نے گوجر قوم کے وقار کو ابھارنے، قبیلے
کی تعمیر و ترقی اور نشاۃِ ثانیہ کے لئے
بیش بہا قربانیاں دیں۔

دیباچہ

خود شناسی ایک بہت مشکل کام ہے اور اس قدر مقدس مشن بھی کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ زیر نظر تصنیف میں فاضل مصنف محمد اشرف نے گوجر قبیلہ کی شناخت اور تشخص کے اس سفر کی داستان بیان کی ہے جو اس قوم نے تاریخ کی شاہراہ پر طے کیا۔ گوجر قوم نے برصغیر پاک و ہند کی سیاسی، سماجی، فوجی اور تہذیبی زندگی پر جو اثرات مرتب کئے یہ تحریر ان کی عکاسی و ترجمانی کرتی ہے۔ کسی بھی قوم میں ترقی کی منازل طے کرنے کا حوصلہ اور دوسروں پر سبقت لے جانے کا جذبہ اس کے آباؤ اجداد اور مشاہیر و اسلاف کے کارناموں کو زندہ رکھنے کے عمل سے نکھر کر سامنے آتا ہے۔ ابن خلدون نے اسی جذبہ کو "العصبیۃ" کا نام دیا۔ اپنائیت کے اسی جذبہ کی حقیقت کو قرآن پاک میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ۔

"ہم نے تمہیں مختلف گروہوں اور قبیلوں میں پیدا کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو"

محترم دوست محمد اشرف نے گوجر قبیلہ کو اپنائیت کی زنجیر میں کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے منسلک رہنے کا درس دے کر دردمندی سے گوجر قوم کو ترقی کی منظم کوششوں کی دعوت دی ہے۔ یہ تاریخ دوسری اقوام و قبائل کو بھی یہ باور کراتی ہے کہ اگر اسلاف کے کارناموں کو مشعل راہ بنا کر حال سے مستقبل کی جانب بڑھا جائے تو ترقی کے زینے باآسانی طے کئے جا سکتے ہیں۔

مخلص: خالد محمود خرم۔ سب ایڈیٹر
روزنامہ جنگ راولپنڈی۔

پیش لفظ

اقوام کو باہم متحد اور نشانِ منزل کی جانب رواں دواں رکھنے کے لئے لازم ہوتا ہے کہ ان کے ماضی اور حال کو قلمبند کر کے نوجوان نسل کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ بیتے ہوئے ایام کی روشنی میں تجربات و مشاہدات کی مستحکم بنیادوں پر درخشندہ مستقبل کی عظیم عمارت تعمیر کر سکیں۔ یہ سطور قرطاسِ ابیض کی آغوش میں دیتے ہوئے میرا ایمان کی حد تک اعتقاد ہے کہ میں ایشیا کے ایک عظیم گوجر قبیلے کے حالات ضبطِ تحریر میں لا رہا ہوں جس کے سپوتوں نے احیاءِ اسلام، آزادیِ ہند اور قیام و استحکام پاکستان کے لئے بیش بہا قربانیاں دیں۔

مجھ سے قبل ابوالبرکات مولوی عبدالمالک وزیر مالیات ریاست بہاولپور مصنف "شاہانِ گوجراں" مولوی عبدالحق سیالکوٹی مصنف "تاریخ گوجراں" چوہدری محمد حسن سیف ایڈووکیٹ مصنف "تاریخ گوجراں" چوہدری اکبر خان اجنالوی مصنف "گوجر گوتر" اور گوجر رانا علی حسن چوہان مصنف "تاریخ گرجر" جیسی قابلِ افتخار ہستیاں انتہائی مستند تواریخ ہائے گوجر تحریر کر چکی ہیں جو تحقیق معنویت اور جامعیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں لیکن اک طویل عرصہ سے میرے متعدد احباب کسی مختصر ترین اور غیر مبہم تاریخ کی اشاعت پر زور دے رہے تھے جسے قاری پڑھتا جائے اور ماضی کے دریچے وا ہوتے جائیں۔ اس ضمن میں یہ حقیر سی کاوش آپ کے سامنے ہے لیکن اس کے باوجود مجھے برملا اعتراف کی اجازت دیں کہ تحقیق و تفصیلات کے لئے مذکورہ کتبِ تواریخ اور بالخصوص گوجر رانا علی حسن

چوہان کی تالیف تاریخ گرجر حصہ اول تا پنجم ہی سند ہیں۔

میں شائد غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بے ترتیب حروف کو یکجا نہ کرتا لیکن چوہدری بختاور حسین سلطان سرپرست اعلیٰ پاکستان گوجر برادری، چوہدری امیر اللہ صدر گوجر لٹریری کلب اسلام آباد چوہدری ذاکر حسین ایڈووکیٹ صدر گوجر یوتھ فورم راولپنڈی اور چوہدری محمد اصغر گوجر آف لیہ سول انجینئر کے پرزور اصرار اور ترغیب کے سامنے مجھے ہتھیار ڈال کر لوح قلم کو جنبش دینا پڑی۔ مورخ قوم گرجر رانا علی حسن چوہان ساکن کوٹ شیرا گوجرانوالہ کا ازحد ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف میری اصلاح بلکہ حتی الوسع راہنمائی بھی فرمائی۔ ۳۱ تاریخی مجموعہ کی اشاعت میں انتہائی پیارے دوستوں چوہدری محمد شہباز اور ملک محمد اعظم عامر آف تترالوں کے بھرپور تعاون و شبانہ روز تگ و دو کا اعتراف نہ کرنا بھی احسان فراموشی ہوگی۔ میں اپنے صحافی دوست خالد محمود خرم کا بھی ازحد مشکور ہوں جنہوں نے دیباچہ تحریر فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

میں نے اپنی پرحرارت زندگی کی صرف تینتیس بہاریں دیکھی ہیں عین ممکن ہے کہ زیر نظر تصنیف گوجروں کا عروج و زوال میں اپنی کم علمی و ناتجربہ کاری کی وجہ سے تاریخی غلطیوں کا مرتکب و سزاوار ٹھہروں۔ جس کے لئے میں پیشگی معذرت خواہ ہوں اور توقع رکھوں گا کہ قابل صد احترام قارئین ان کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن بہتر اور مستند صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

احقر۔

محمد اشرف

گوجر قبیلہ برِ صغیر اور وسطِ ایشیاء کا قدیم الکثریتی آریائی النسل قبیلہ ہے۔ اس کے متعدد خاندانوں کا تذکرہ ہندوؤں کی قدیم مقدس کتب پرانوں اور ویدوں میں بھی ملتا ہے۔ تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح میں ہندو مت کے اوتار (مذہبی پیشوا) شری دسرت رائے پہلی قابلِ افتخار ہستی تھیں جن کا لقب قدیم زمانہ میں گوجر (گُرتس) تحریر ہے۔ تلیندر کمار ورما، گوجر رانا علی حسن چوہان، دیش راج بھٹی وغیرہ مؤرخین کی رائے ہے کہ شری دسرت رائے کی اولاد مابعد زمانے میں اسی لقب سے ملقب ہوئی۔ سنسکرت کی لغت "شکابد" حصہ دوئم صفحہ نمبر ۳۱۴ کے مطابق لفظ گوجر کا ماخذ گرجر ہے جس کے معنی دشمن کو اجاڑنے والا ہیں۔ یعنی جنگجو اور بہادر۔ گوجر کھشتریوں کی ریاستیں گرجراتر (گجرات)، یا گوجر دیس کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شری دسرت کی اولاد میں ہندو دھرم کے دو معروف اوتار شری رامچندر اور شری لکشمن قابلِ ذکر ہیں۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ گوجروں کا مشہور تاریخی خاندان پرتیہار اصلاً شری لکشمن جی کی اولاد ہے (ملاحظہ ہو گوالیار پرشستی اور چوہانوں کا کتبہ دسویں صدی عیسوی)، گوجر قبیلے کی فرمانروائی کا دائرہ کار برِ صغیر کے علاوہ افغانستان اور وسطِ ایشیاء پر بھی محیط رہا ہے۔

پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل تاریخ گرجر کے مؤلف گرجر رانا علی حسن چوہان کے مطابق گوجر اصلاً آریہ کھشتری ہیں جن کی مادری زبان سنسکرت تھی۔ پھر یہی زبان گجراتی ہوئی اور باہر جانے پر گوجری ہوئی۔ ان کا ابتدائی مذہب ویدک تھا۔ ان کی کتاب گیتا اور ملک گوجرات (گجرات) کہلاتا تھا۔ گوجروں کا پرانا لباس انگرکھا، پائجامہ اور پگڑی پر مشتمل تھا۔ یہ لباس دنیا میں کہیں نہ تھا۔ مہابھارت کے بعد کھشتری سے مراد صرف

گوجروں سے ہے۔ ہندوستان میں گوجروں کی حکومتیں ۱۲۰۰ء تک بیرونی حملہ آوروں نے ختم کردیں۔ اور گوجر سلطنت ہائے ہند چھوڑ کر کشمیر، چمبہ، ریگستانوں اور وندھیاچل کے پہاڑوں میں چلے گئے اور اپنی آزادی کا علم بلند رکھا۔ ایک سو سال بعد گوجروں کے آخری چراغ رنتھمبور، چتوڑ اور انہلواڑہ بھی علاؤالدین خلجی نے گُل کر دیئے مگر کشمیر میں گوجروں کی شمع حریت جلتی رہی اسی طرح گوجروں کے دیگر خاندان اکبر کے زمانے تک لڑتے رہے۔ مسلمان شاہانِ کشمیر بھی گوجر تھے۔ گوجر نہ تو ھنوں کے بعد آئے اور نہ ھنوں کے ساتھ بلکہ اس سے پیشتر گوجر یہاں موجود تھے۔ گوجروں کا ایک خاندان کُشان ہندوستان اور وسط ایشیا تک حکمران تھا۔ مہاراجہ کنشک کشمیر کا باشندہ تھا اور گوجر قوم سے تعلق رکھتا تھا۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے انسائیکلوپیڈیا دائرۂ معارف اسلامیہ کی جلد نمبر ۱۷ میں تحریر ہے کہ "گوجر ایک قوم کا نام ہے جو شمالی برصغیر، پاک و ہند میں دور دور تک آباد ہے۔ یہ جاٹوں اور راجپوتوں سے ملتی جلتی ہے اور ان کی قرابت دار بھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گورجروں کا ذکر سب سے پہلے بانا کی کتاب ہرش چرت میں آیا ہے جو انہیں ہرش کے باپ کا دشمن قرار دیتا ہے۔ انہوں نے کوہِ آبو کے قریب بھین مال کو صدر مقام بنا کر ایک طاقت ور ریاست قائم کر لی۔ اسی مملکت کی جنوبی شاخ نے جنوبی گجرات کو گجرات کا نام دیا اور وسطی حصے کے حکمران رفتہ رفتہ راجپوت قبیلے بن گئے۔ چنانچہ پرتیہار اور پریہار ذات کے راجپوت دراصل گوجر ہیں، لیکن گورجروں کی کثیر تعداد آج کل کے گوجروں کی صورت میں پائی جاتی جن کی آبادی کا دور دور تک منتشر ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کی فرمانروائی کا دائرہ کس قدر وسیع تھا"

"گوجروں کی بھاری تعداد موجودہ ضلع گوجرات میں آباد ہے اور وہاں کی آبادی کا ایک اہم عنصر ہے۔ ۱۹۱۱ سنہ کی مردم شماری کی رو سے ان کی تعداد (گجرات میں) ایک لاکھ گیارہ ہزار نفوس تھی۔ ہزارہ میں ان کی تعداد اکانوے ہزار چھ سو ستر تھی۔ ان دونوں ضلعوں نیز سارے شمالی و مغربی پنجاب میں وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ ۔ ۔ جمنا کے دونوں طرف کے اضلاع میں جو پنجاب اور صوبہ جات متحدہ میں واقع ہیں گوجر بھاری تعداد میں پائے جاتے ہیں لیکن یہاں ان کی اکثریت ہندو چلی آرہی ہے پنجاب میں گوجروں کا شمار سات لاکھ اٹھتالیس ہزار چھ سو بائیس اور صوبہ جات متحدہ (اترپردیش) میں تین لاکھ چوالیس ہزار ہے۔ وہ مذکورہ بالا اضلاع کے علاوہ خاص طور پر راجپوتانہ، وسط ہند اور بمبئی میں پائے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ان میں سے جو درہ بولان سے آئے تھے وہ آگے بڑھ کر گوجرات کاٹھیاواڑ میں آباد ہو گئے۔ کابل کی طرف سے آنے والے پنجاب، کشمیر، شمالی راجپوتانہ اور گنگا کے دوآبے میں رہنے لگے۔ ان کے نام پر شمال مغربی برصغیر میں بہت سی بستیاں قصبے اور شہر آباد ہوئے جو اب تک موجود ہیں۔ پنجاب میں گوجرانوالہ واضح طور پر انہی سے متعلق ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب میں ضلع اور بھارت میں صوبے کا نام گوجرات انہی کی وجہ سے رکھا گیا۔ ان کی آمد پر گجرات پہلے گوجراتر یعنی گوجروں کا ملک کہلوایا جو ہوتے ہوتے یہ صورت اختیار کر گیا۔ صوبے کا ابتدائی نام راٹ تھا۔ گوجر آج کل بھی ان تمام علاقوں میں آباد ہیں۔ ان کی بہت سی گوتیں ہیں۔ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر جاٹ اور راجپوت فی الجملہ ایک ہیں۔ آریاؤں کی طرح یہ بھی وسط ایشیائے سے ریوڑ چراتے آئے۔ پہاڑی علاقوں میں ان کا

آج بھی یہی پیشہ ہے لیکن باقی علاقوں میں یہ اچھے زراعت پیشہ لوگ ثابت ہوئے۔ انہوں نے اور بھی پیشے اختیار کئے۔ یہ لوگ تنومند اور خوبصورت ہونے کے علاوہ بہادر ہیں اور یہ ضرب المثل مشہور رہی ہے کہ

گوجر قوم کی عورت اور شیرنی کا دودھ پیؤ گے تو شجاع بنو گے۔

گوجر سورج کی پرستش کرتے آئے تھے ان کو ہندو معاشرے میں شامل کرنے کے لئے برہمنوں نے کوہ آبو پر قربانی کی آگ سے ان کو پوتر کرنے کا انتظام کیا جس میں سے چار عظیم گوجر پرہار، پرمار، چوہان اور سولنگی نمودار ہوئے اور پھر ان میں سے کئی عظیم المرتبت حکمران پیدا ہوئے۔ پانچویں صدی عیسوی میں گوجروں کی منڈال کی سلطنتِ عظمیٰ اور بھڑوچ کی سلطنتِ صغریٰ موجود تھیں۔ ان ایام میں یہ گوجر کہلاتے تھے۔ اس وقت یہ ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے وسیع علاقے میں قدم جمائے اور بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ چینی سیاح ہیون سانگ ۶۴۰ء میں راجپوتانے کے ایک بڑے حصے پر گورجروں کی حکومت بتاتا ہے۔ وہ ان کے تاریخی شہر وبھی لوپر بھی گیا۔ آٹھویں نویں اور دسویں صدی کے متعدد گوجر حکمرانوں کے کتبے دستیاب ہوئے ہیں جن سے ان کی سلطنت اور دارالخلافہ وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔ ۸۴۰ء میں قنوج میں راجہ بھوج کی حکومت تھی۔ کتبوں سے اس راجہ کے شجرہ نسب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ گوجروں کا گرھوارہ خاندان ۱۱۹۴ء تک قنوج میں حکمران رہا۔ اس کا خاتمہ محمد غوری نے کیا۔ انہلواڑہ میں ان کے سولنگی خاندان کا خاتمہ علاؤالدین خلجی کے ہاتھوں ہوا۔

"عرب سیاح آئے تو انہوں نے بھی گوجر حکومتوں کا ذکر کیا۔ کتاب الہند میں البیرونی نے بھی ذکر کیا۔ سلاطین گجرات جنھوں نے اس ملک میں اسلامی تہذیب و تمدن کے شاندار آثار چھوڑے ہیں نسلاً گوجر تھے۔ ان کے جدِ اعلیٰ گوجروں کے تانک گوت سے تھے۔ سہارن نام تھا مشرف با سلام ہوئے۔ فیروز شاہ تغلق کے معتمد اہلکار بنے اور وجیہ الملک کا خطاب پایا۔ ان کا بیٹا ظفر خاں گوجرات کا صوبیدار مقرر ہوا جو بعد میں مظفر خاں کے لقب سے سلطان بنا۔ اس مظفر شاہی گوجر خاندان کا خاتمہ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے کیا۔ ابوالفضل نے بھی گوجروں کا ذکر آئین اکبری میں کیا ہے۔ فارسی زبان کے شاعر فقیر اللہ آفرین لاہوری بھی گوجر تھے (آزاد بلگرامی، خزانہ عامرہ)، احسن القصص والے پنجابی زبان کے شاعر مولوی غلام رسول بھی گوجر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد گوجروں میں بہت سے علماء فضلاء، اولیاء اور شعراء ہوئے ہیں۔ الغرض ہر زمانے میں اس قوم کے لوگ اعلیٰ صفات کے مالک رہے ہیں۔" واضح رہے کہ مذکورہ انسائیکلوپیڈیا میں وہبی پورہ کا جو تذکرہ ہے وہاں گوجروں کا میتر ک (مہر) خاندان حکومت کرتا تھا جس کے ایک راجہ گوھاسین کی اولاد گہلوٹ کہلوائی۔ جو گہلوٹ سیسود میں آباد تھے وہ تاریخ میں سیسودیہ کہلوائے جن میں رانا سانگا اور رانا پرتاپ مشہور ہستیاں تھیں۔

مزید براں سلاطین گوجرات کے جدِ اعلیٰ سہارن کے نام پر ایک ضلع کو سہارنپور کا نام دیا گیا۔

رواج نامہ بندوبست اراضی ضلع ہزارہ ۱۸۷۲ء کے مطابق ہزارہ میں گجر قوم کی پینتالیس شاخیں آباد ہیں مثلاً چوہان، کشان، لورسوال، کالس، جٹ، کھٹانہ، عالم، بری، برگٹ، سجاٹہ، لوکل، کھاری

جاگل، چیچی، گھیلا، ٹھیکری، نکیال، ٹنجر، ہنگل، باھروالی، بانیاں، حجارا، لوکرہ، رواناں، سوھا، بڈھانہ کوھلی، برلا، تیرٹور، بجراں، شاہ نہگی، منیارہ، لانڈے، گورسی، کونشی اور سوہونترا وغیرہ وغیرہ۔

انگریزی زبان کے معروف و مستند انسائیکلوپیڈیا "برٹینیکا" کے مطابق پاکستان میں ضلع اور انڈیا میں صوبہ گجرات کا نام گجر قبیلے سے اخذ کیا گیا ہے جو شمال مغربی دروں سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور راجپوتانہ پر اپنی بادشاہت قائم کی۔ (گوجروں کی ریاست) گجرات کا قدیمی دارالخلافہ انہلواڑہ تھا۔

انگریز مصنف اڈیمنڈ کینڈلر اپنی تصنیف "سپاہی" میں تحریر کرتے ہیں کہ گوجروں اور جاٹوں میں تفریق کرنا انتہائی مشکل ہے۔ ان دونوں قبائل کا آغاز اور اصل تقریباً ایک ہی ہے۔ گوجروں اور جاٹوں کی شکل و شباہت میں خطِ امتیاز بھی نہیں کھینچا جا سکتا۔

جناب آر۔ سی۔ موجمدار نے "تاریخ ہند قدیم" میں تحریر کیا ہے کہ جب گوجروں کے عروج کا سورج نصف النہار پر پہنچ کر غروب ہونے کے قریب تھا تو مسلم عہد میں گوجرات کو راجپوتانہ کا نام دیا گیا۔ معروف ہندو مورخ کے ایم منشی نے "گلوری دیٹ واز گوجر دیش" میں گجرات کو گوجر دیس ہی تحریر کیا ہے۔ بیشتر قدیم کتب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہا گوجرات درحقیقت راجستھان، سندھ اور موجودہ صوبہ گجرات پر مشتمل تھا۔ تینند رکمار ورما "گجر اتہاس" میں لکھتے ہیں کہ برصغیر میں جن جن علاقوں کو گوجروں نے اپنی راجدھانی بنایا۔ ان علاقوں کو گوجر حکمرانوں نے گوجرات، گوجراترہ یا گوجر دیس کا نام

دیا مثلاً گوجرات (کاٹھیاواڑ)، گوجرات (قنوج)، گوجرات (سندھ)، گوجرات (سہارنپور)، گوجرات (ہزارہ)، گوجرات (پنجاب) اور مہا گوجرات وغیرہ۔ تاریخ ہند پر مستند تصنیف "پدم پران" میں دریائے سندھ اور دریائے جمنا کے درمیانی علاقے کو گوجردیس، جبکہ پشکر کی جھیل اور گرد و نواح کے مندروں کو گوجر حکمرانوں کا تعمیر کردہ بتایا گیا ہے۔

مشہور فارسی تاریخ "تحفتہ الکرام" میں رقم ہے کہ ہندوستان پر عربوں نے سپہ سالار مہلب کی سرکردگی میں جو حملہ کیا اُسے لسبیلہ کے گوجروں نے پسپا کر دیا لیکن بعد میں جب محمد بن قاسم حملہ آور ہوا تو گوجروں کے تمام مرد و زن میدانِ جنگ میں کٹ کر اپنے وطن کی حفاظت آبرو اور حرمت پہ قربان ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں عرب فاتح کے ہاتھ صرف لسبیلہ کی زمین آئی اور اسے یہ علاقہ بھی گوجروں کے ایک دوسرے قبیلے برّہ کے سپرد کرنا پڑا۔ عرب مصنف بلاذری نے "فتوح البلدان" میں تحریر کیا ہے کہ محمد بن قاسم نے گوجروں کے دارالسلطنت بھین مال کی طرف بھی لشکر بھیجے۔ عرب سیاح المسعودی "عروج الذہب" کے صفحہ نمبر ۳۸۳، ۳۸۴ پر راجگانِ ہند کے تذکرہ میں رقمطراز ہے کہ گوجر بادشاہ اپنے ہمسائے برہما بادشاہ سے بھی جنگ کرتا رہتا ہے اور برہما بادشاہ اپنے ملک کی حدود میں رہ کر گوجر فوجوں کے جارحانہ حملوں سے اپنے ملک کا دفاع کرتا ہے۔ "راج ترنگنی" کے مطابق کشمیر کے راجہ شنکر ورمن نے گوجر راجہ الکھان پر لشکر کشی کی جو مہر بھوج اعظم گوجر والئی قنوج کی جانب سے پنجاب میں صوبیدار تھا۔ راجہ الکھان نے موجودہ ضلع گجرات بھی آباد کیا۔ اس دور میں صوبہ پنجاب

میں سندھ و سرحد کے بھی متعدد اضلاع شامل تھے۔

مستند تاریخوں کے معتبر حوالہ جات کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ صدیوں برصغیر پر حکومت کرنے کی وجہ سے گوجر قوم معاشرے میں اِک اعلیٰ وارفع مقام حاصل کر چکی تھی۔ برہمن نے گوجروں کو عقیدتاً سوسائٹی کا اعلیٰ نسل طبقہ قرار دیتے ہوئے اسے سورج دیوتا اور چاند دیوتا کی نسل قرار دیا جس سے مراد یہ تھی کہ سورج اور چاند نے ہندومت کی حفاظت کے لئے کھشتری گوجروں کو زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا یہی وجہ ہے کہ گوجر قوم کے تقریباً تین سو خاندانوں میں سے نصف کو انہوں نے سورج بنسی اور نصف کو چندر بنسی قرار دیا۔ گوجر برادری کے ہر ایک ذیلی خاندان کی تعداد بیشتر معروف قبائل سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ پاکستان (بشمول آزاد کشمیر) کے صوبوں میں گجر قبیلے کا تناسب ۳۰ فیصد سے لے کر ۵۵ فیصد تک ہے۔ بلوچستان میں بلوچی گوجر خاندان مثلاً زرکزئی، میرواڑی زہری اور مینگل صوبے کی کل آبادی کا نصف ہیں اور بڑے فخر سے اپنے آپ کو گجر کہلواتے ہیں۔ جب انجمن گوجراں بلوچستان کوئٹہ و خضدار کے قائدین نے اِن خاندانوں کے سرداروں سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے حیرت انگیز انداز میں جواب دیا کہ "ہم تو سمجھتے تھے کہ صرف بلوچی گوجر ہوتے ہیں پنجابی اور پختونوں میں گوجر قبیلہ نہیں ہے۔" سردار محمد ڈوڈا خان چیف آف جھالاوان، سردار رسول بخش زرکزئی رکن فیڈرل کونسل اور میر نصیب اللہ میرواڑی آف خضدار نے گوجر قائدین کو بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔ سندھ میں سندھی گوجر لاکھوں کی تعداد آباد ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا مطالعہ کرنے والے احباب

سبھی آگاہ ہیں کہ شاہ صاحب گوجر قبیلے کی بہادری، غیرت اور حکمران گجروں کے رعیت کے ساتھ برتاؤ سے کس قدر متاثر تھے۔ جس طرح سیف الملوک، قصص المحسنین اور ہیر رانجھا کو خارج کر دینے سے پنجابی ادب کا دیوالیہ نکل جاتا بالکل یہی مقام واہمیت "مومل رانو" کو سندھی ادب میں حاصل ہے۔ کئی جلدوں پر مشتمل یہ رومانی داستان سندھ کے گوجر راجے اور اس کی رانی کے بارے میں ہے۔

بعض اہلِ علم اور سندھی ادب "مومل رانو" کو مستند تاریخ سندھ کا نام بھی دیتے ہیں۔ سندھی گوجر برادری کے ایک معروف ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد ابراہیم جو یہ سیکرٹری سندھی ادبی بورڈ نے اس ضمن میں بیش بہا کام کیا ہے۔ ان کی کاوشوں سے شائع ہونے والی کتب اب سندھی ادب کا قابلِ فخر ورثہ بن چکی ہیں صوبہ سرحد میں گوجر قبیلہ ۹۰ فیصد کی تعداد میں آباد ہے۔ صرف مانسہرہ میں ضلع کونسل کے ریکارڈ کے مطابق آج کل گجر برادری کی تعداد تقریباً آٹھ لاکھ ہے۔ پنجاب اور دیگر صوبہ جات میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ پشتو بولنے والے سب لوگ پٹھان ہیں جو قابلِ تصحیح ہے۔ قبائلی علاقہ جات، پشاور، مردان اور مینگورہ میں ۷۰ فیصد پشتو بولنے والے گوجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ نے پختونستان کا کچھ اس نہج پر پراپیگنڈہ کیا ہے کہ یہ نعرہ بلائے ناگہانی معلوم ہونے لگا جبکہ صوبہ سرحد میں اس کی بڑی وجہ صرف اور صرف پختون گوجروں کی زبردست مزاحمت ہے جس کا صلہ موجودہ حکومت نے یہ دیا کہ مجلسِ شوریٰ، صوبائی کونسل اور صوبائی و مرکزی کابینہ میں صوبہ سرحد کے اکثریتی قبیلے کے ایک بھی فرد کو گجر قبیلے کی نمائندگی کے لئے نہیں چنا گیا۔ اس کے برعکس گزشتہ دورِ حکومت میں قومی اسمبلی

اور سینٹ میں نمائندگی کے ساتھ ساتھ گوجروں کے مسائل کو بھی اعلیٰ سطح پر حل کیا گیا۔

آئینِ اکبری کے مطابق موجودہ ہزارہ ڈویژن کا نام ہزارہ گوجراں تھا یعنی اُس دور میں یہاں گوجروں کے ایک ہزار گاؤں آباد تھے لیکن اب یہ تعداد کئی ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ ہزارہ گوجراں رفتہ رفتہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے صرف ہزارہ استعمال ہونے لگا۔ ضلع مردان میں گوجر گڑھی، گجرانو کلے، گوجرات اور گجر کالونی جیسے نام گوجر برادری کے تناسب کو ظاہر کرتے ہیں۔ چترال کی کل آبادی ایک لاکھ پانچ ہزار ہے۔ جس میں سے پینتالیس ہزار گوجر ہیں جو پاک افغان سرحد پر دفاعی حصار کا کام دے رہے ہیں۔ افغانستان میں مصدقہ ذرائع کے مطابق گجر قبیلہ ۲۵ لاکھ کی تعداد میں آباد ہے۔ گوجر صوبہ نورستان، کنڑ، کامریش، لغمان، گوجرستان اور گوجر آباد میں جتھے دار آبادی کی صورت میں مقیم ہیں افغان گجروں کے قبائلی راہنما سردار گل محمد گوجر ہیں۔ میں نے گوجر قوم کی بہت کم تعداد میں پاکستان ہجرت کی وجہ ایک افغان صحافی جناب عبداللہ صاحب سے دریافت کی، جو آج کل امریکہ میں مقیم ہیں، انہوں نے بتایا کہ گوجر قبیلہ کسی دوسرے ملک میں پناہ لینے کو اپنی روایات، عزت اور غیرت کے خلاف سمجھتا ہے گجر اپنے وطن میں ہی جینے اور مرنے کو اولیت دیتے ہیں۔ مغلیہ دورِ حکومت میں گوجر قوم کی مجموعی ساکھ کو سب سے زیادہ نقصان جلال الدین اکبر کے دور میں پہنچا جب اکبر نے دربار میں حاضری دینے والے مختلف قبیلوں کے موقع پرست لوگوں کو مفاد پرست مان سنگھ کی قیادت میں ایک نئے عطا کردہ لقب سے گجر قبیلے کے آزادی پسند سالار رانا پرتاپ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ یاد رہے

جہانگیر کی ماں مان سنگھ کی پھوپھی تھی۔ گنگا جمنا کے دوآبے میں زرخیز زمینیں گوجروں سے چھین کر لقب یافتہ نئے وفادار طبقے کو دے دی گئیں۔ یہی لوگ بعد میں اک قبیلے کے طور پر جانے جانے لگے ظہیر الدین بابر کی خود نوشت سوانح تزک بابری میں لفظ راجپوت یا راجپوتانے کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ البتہ بابر نے گوجروں اور جاٹوں کا مخالفانہ انداز میں تذکرہ ضرور کیا ہے۔ گوجر اور جٹ ہی دو قبیلے ہیں جنھوں نے ہر دور میں بیرونی حملہ آوروں سے ٹکر لی اور حالات سے سمجھوتہ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں قبائل پسماندہ رہ گئے۔ صوبہ گوجرات، ضلع گوجرات، قنوج، میواڑ، گوالیار، ہزارہ، ٹیکسلا، بھیرہ مال، جموں و کشمیر، گوجرانوالہ اور پوٹھوار (گوجر خان) جہاں صدیوں گوجروں نے حکومت کی وہاں بھی انہیں جائیدادوں سے محروم کر دیا گیا۔ ستم ظریفی اور تاریخی ناانصافی ملاحظہ ہو کہ آج راجہ کنشک، راجہ پورس، مہر بھوج اعظم • پرتھوی راج چوہان، رانا سانگا اور رانا پرتاپ جو تاحیات بیرونی حملہ آوروں اور موقع پرست عناصر کے خلاف صف آرا رہے۔ انہیں آج اکبر کے نوازے گئے اک قبیلے کے سپوت سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ سکندرِ اعظم، محمود غزنوی، محمد غوری، خاندان غلاماں اور مغلوں کی مزاحمت کرنے والے حکمران گوجر قبیلے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ مورخین کو چاہیئے کہ وہ اس سنگین تاریخی غلطی کا ازالہ کریں۔ جس طرح انگریزوں نے مغلوں سے اقتدار چھیننے کے بعد انہیں گلیوں کی خاک چھاننے پر مجبور کر دیا تھا۔ بعینہٖ دیگر طالع آزماؤں نے گجروں سے اقتدار غصب کرنے کے بعد انہیں غربت افلاس اور جہالت کی پستی میں دھکیل دیا۔

گوجر قوم کی اپنی ایک زبان ہے جسے گوجری کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بعض اہلِ قلم گوجر قوم کی آتین

کے لئے گوجری کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ گجر قوم کی عورت کے لئے صحیح لفظ گوجرانی ہے
گجری زبان پاکستان، بھارت، نیپال، بھوٹان، افغانستان، چین کے جنوبی صوبے سنکیانگ، ایران کے شہر گوجر خاشی و کردستان اور وسط ایشیا کے اکثریتی گوجر قبیلے کی بولی اور لکھی جانے والی زبان ہے۔

پاک و ہند کے آٹھ ریڈیو و ٹیلیویژن مراکز گوجری زبان میں پروگرام نشر کرتے ہیں۔

سر ڈینزل ایبٹسن "کاسٹس اینڈ ٹرائبز آف دی پیپل آف پنجاب" کے صفحہ نمبر ۱۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ پنجاب میں (گجروں) کی بڑی آبادی جہلم، حسن ابدال اور ہزارہ میں ہے۔ سندھ کے مشرقی علاقوں چلاس، کوھلی اور پلاس میں گوجر خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ سندھ کے مغربی علاقوں میں بھی گوجروں کی اکثریت ہے۔ گجرات کی آبادی میں ان کا خاص سیاسی مقام ہے۔ کوہستان، نمک اور مشرقی بلند مرغزاروں میں گجر سب سے قدیم باشندے ہیں۔ ضلع پشاور کے تمام علاقوں بشمول گجروں اور ہزارہ میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آزاد قبائلی علاقے میں جو سوات سے پشاور تک چلا گیا ہے گجر ہی آباد ہیں۔ ان کی زبان پنجابی اور پشتو سے بالکل الگ ایک نرم لہجے کی زبان ہے۔

معروف ماہر لسانیات ڈاکٹر گریرسن "لنگوئیسٹک سروے آف انڈیا" کی جلد نہم حصہ چہارم کے صفحہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ پر لکھتے ہیں کہ گوجری زبان بولنے والے افراد ہزارہ، مری، کشمیر اور سوات کے گرد و نواح میں آباد ہیں۔ کشمیر میں ۱۹۰۱ء میں گجری بولنے والوں کی تعداد ایک لاکھ انتیس ہزار آٹھ سو انچاس اور گجرات، گورداسپور، انبالہ، ہوشیارپور اور کانگڑہ میں تقریباً چھ لاکھ افراد گوجری زبان بولتے

تھے۔ گجرات اور راجپوتانے میں بھی گوجر قبیلہ آباد تھا۔ اس کے افراد شمال مغربی ہندوستان سے چل کر مشرقی راجپوتانے میں آباد ہو گئے۔ اپنی مہاجرت کے دوران وہ الگ الگ علاقوں پر اپنی زبان کے اثرات چھوڑتے چلے گئے۔ صفحہ نمبر ۹۲۵ پر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے گریرسن رقمطراز ہیں کہ دو باتوں میں سے ایک بالکل صحیح ہے یا تو گجری راجستھانی کی، یا راجستھانی گوجری کی شاخ ہے۔ میواڑی کا گوجری سے گہرا تعلق ہے لیکن اس سے بھی زیادہ میواتی زبان گجری سے ملتی جلتی ہے جو علاقہ الور میں بولی جاتی ہے۔ حافظ محمد شیرانی اپنی تصنیف "گجری، گجراتی یا اردو" میں اردو کا تعلق گوجری زبان سے ثابت کرنے کے بعد صفحہ نمبر ۷ اور نمبر ۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ پنجاب کے میدانی علاقے جہاں گوجر قدیم زمانے سے آباد ہیں انہوں نے اردو کو فروغ دیا۔ حافظ محمد شیرانی کی تحقیق حقیقت سے کافی قریب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی آمد سے قبل کل برصغیر پر گجروں کی حکومت تھی۔ اور گجری زبان معمولی علاقائی فرق کے ساتھ ہر جگہ بولی جاتی تھی۔ جب گوجر راجگان کی افواج بیرونی حملہ آوروں سے ملک کے دفاع کے لئے اکٹھی ہوتیں تو اپنے اپنے لہجے کی گوجری زبان بولتیں۔ مسلسل اور ایک طویل عرصے تک اکٹھے رہنے کی وجہ سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جسے "لشکری زبان" کا نام دیا گیا اردو کے لفظی معنی بھی یہی ہیں۔ لہٰذا بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ گوجری زبان دراصل اردو کی ماں بولی ہے۔

پاکستان میں گجری زبان پر تحقیق کی سرپرستی نہیں کی جاتی لیکن پھر بھی اسرائیل مہجور، اسمٰعیل

فروغ، پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی، پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر، چوہدری غلام احمد رضا وزیر تعلیم آزاد کشمیر اور چوہدری عبدالرشید جیسے قابل فخر فرزندانِ قوم نے ذاتی سطح پر گوجری زبان اور اسی حوالے سے گجر قوم کی بھی بیش بہا خدمت کی ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں نجی و سرکاری سطح پر گوجری زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لئے بہت کام ہوا ہے۔ صرف ۱۹۸۰ء میں معیاری ادبی و تاریخی کتب کی طباعت کے لئے دو کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی۔ حکومت کی جانب سے فراہم کردہ سہولتوں کے پیش نظر جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز کی زیرِ اہتمام ہر سال درجنوں کتب شائع کی جاتی ہیں۔ حکومتِ پاکستان کو بھی چاہیئے کہ گوجری پروگرام مظفر آباد، تراڑکھل اور پشاور کو مؤثر کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ریڈیو راولپنڈی، سکردو اور ایبٹ آباد سے بھی شروع کرے۔

سلطنت مغلیہ کے سند و خلعت یافتہ لوگ جب آخری فرمانرواں کے دور میں بھگوان بن بیٹھے ایشیا کی سب سے بڑی بادشاہت سسک سسک کر دم توڑنے لگی تو آریہ ورت کے ننگِ ملت عناصر کی وجہ سے انگریز نے اسے زیر نگیں کر لیا۔ گوجر قبیلہ ابھی سابقہ بیرونی حملہ آوروں کے مظالم نہ بھول پایا تھا کہ اِک نئے سامراجی آقا کا روح فرسا عنانِ اقتدار شروع ہو گیا۔ گجر برادری کی گھٹی میں یہ عنصر سرایت کر چکا ہے کہ وہ غصب اور ظلم کی آندھیوں کے سامنے جھکا نہیں کرتی بلکہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے۔ فرنگی کے کالے قوانین سے گوجر قوم کے جذبات اور عقائد پر مسلسل ضربیں پڑنے لگیں تو ایک دِن گوجر رجمنٹ میرٹھ کے مجاہدوں نے علم آزادی بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرٹھ

سے انگریز کے اقتدار کا سورج غروب کرنے کے بعد گجر رجمنٹ کی غیور سپاہ دہلی کی جانب روانہ ہو گئیں۔ چڑھتے سورج کے پجاری تو ہر دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پاک وہند کی دھرتی تو ایسے طوطا چشم لوگ پیدا کرنے میں کچھ زیادہ ہی زرخیز ثابت ہوئی ہے ابھی آزادی کو چھ ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ کچھ مفاد پرست لوگوں کی وجہ سے یہ جنگ آزادی بغاوت میں تبدیل ہو گئی۔

ٹیکسلا کو مرکز بنا کر سردار کالا خان گوجر نے حریت پسندوں کو متحد کیا اور صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دانت کھٹے کیئے۔ آج کل کی ایک بہت بڑی جاگیر دار فیملی کے بزرگ جو اس وقت مفلسی کا شکار تھے انگریزوں کو گوجروں کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے اور جب جنرل نکلسن کو سردار کالا خاں گوجر کے ایک مجاہدِ حریت نے گولی کا نشانہ بنایا تو وہی شخص موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا جنرل کو اٹھا کے انگریزوں کے مورچوں تک لے کر گیا آج اس جگہ ٹیکسلا کی حدود کے آغاز ہی میں جنرل نکلسن کی یادگار کے طور پر ایک مینار ہے جو گوجروں کی جنگ آزادی، اپنوں کی سازشوں اور جنرل نکلسن کی شکست جیسے اہم واقعات کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ انگریزوں نے وفاداری کے صلہ میں ٹیکسلا اور نواح میں سینکڑوں ایکڑ اراضی گوجروں سے چھین کر اس بے چارے غریب مزارع کو دے دی۔ سردار کالا خان گوجر کی اولاد ٹیکسلا، حسن ابدال اور قرب وجوار میں آج بھی اکثریت سے آباد ہے۔ ٹیکسلا میں کالا پِٹی سرائے کالا، نالا کالا اور موضع کالا سب کے سب واضح طور پر سردار کالا خاں گوجر ہی سے موسوم ہیں۔ ٹیکسلا میں گوجر قبیلہ راجہ کنشک گوجر کے دور سے آباد ہے۔ ٹیکسلا دنیا کی عظیم ترین کشان سلطنت کا دارالحکومت

تھا یاد رہے کشان گوجروں کا ذیلی خاندان ہے ۔

جنگ آزادی کی ناکامی سے گوجر قبیلے پہ آخری اور کاری ضرب لگی۔ کسی شخص کی زندگی خاموش کر دینے کے لئے اتنا ثبوت ہی باعث اطمینان ہوتا کہ زیر حراست شخص کا تعلق گوجر قوم سے ہے۔ گوجر رجمنٹ ختم کر دی گئی اور آج تک دوبارہ قائم نہ ہو سکی۔ ان حقائق سے بخوبی آگاہی جنگ کی ناکامی کے بعد انگریزوں کی جانب سے شائع کردہ رپورٹوں کے مطالعے سے ہو سکتی ہے۔ گوجروں کی جاگیریں چھین کر وفاداری کا عملی مظاہرہ کرنے والوں کو دے دی گئیں۔ صوبہ سرحد کے اضلاع بالخصوص ایبٹ آباد، مانسہرہ، سوات، مردان گلگت اور چترال میں گوجروں پر بے شمار مظالم ڈھائے گئے۔ پاک و ہند کے بڑے بڑے جاگیرداروں کے پس منظر میں جھانکیئے تو معلوم ہو گا کہ ان لوگوں نے اپنے بیرونی آقاؤں کی وفاداری کا حق کس قدر جانفشانی سے نبھایا۔ مکار فرنگی نے جنگ آزادی میں سرگرم حصہ لینے کی پاداش میں گوجر قبیلے کے لئے فوج اور دیگر اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ غیور و خوددار گوجر قبیلہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا۔ اس پرآشوب دور میں اپنے آپ کو گوجر کہلانا نہ صرف سب سے بڑا جرم بلکہ اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ زمینوں، اثاثوں اور ملازمتوں سے محروم ہو جانے کے بعد نوبت فاقہ کشی تک پہنچ چکی تھی۔ اُن پہاڑوں، کھادروں اور ریگستانوں کو سلام کرنے کو دل چاہتا ہے جنہوں نے مغلوں کے پرآشوب دور میں اِن جری گوجروں کو اپنے دامنوں میں جگہ دی اور فرنگی کے دور اقتدار میں بھی گوجر قبیلے کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اس قدر مظالم اور غیر یقینی حالات کا سامنا کرنے کے

باوجود یہ امر باعثِ فخر و حیرت ہے کہ تقسیم برصغیر کے بعد اِک قلیل سے عرصے میں اس برادری نے اپنے آپ کو مؤثر ترین ثابت کر دکھایا ہے۔ آج اگر محکمہ مال کے ریکارڈ کی پڑتال کی جائے تو معلوم ہو گا کہ گوجر پاکستان کا سب سے بڑا زمیندار قبیلہ ہے۔ کھیتی باڑی ہی پہ اکتفا کیوں، گجر برادری کے سپوت اِک ادنیٰ سپاہی سے لے کر جنرل تک، پولیس کانسٹیبل سے انسپکٹر جنرل تک، اِک کلرک تا وفاقی و صوبائی سیکرٹری، عدالتی اہلکار سے لے کر چیف جسٹس الغرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

گوجر قبیلے کو اس کا اصل مقام دلانے میں مشرقی پنجاب کے قابلِ افتخار بزرگ فخر گوجراں خان بہادر مولوی فتح الدین مرحوم ڈائریکٹر خوراک وزراعت متحدہ پنجاب کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خان بہادر مولوی فتح الدین مرحوم سے اس ضمن میں ولبھ بھائی پٹیل گوجر اور سر چھوٹو رام نے بھی بھرپور تعاون کیا مذکورہ رہنماؤں کی کاوشوں ہی کا نتیجہ ہے کہ بالآخر انگریزوں کو جنگ آزادی میں مرکزی کردار ادا کرنے کی پاداش میں گوجروں پہ آرمی میں کمیشن کی پابندی ختم کرنا پڑی۔ اس کے فوراً بعد گوجر قوم کے جن قابلِ قدر سپوتوں کو فوج میں کمیشن ملا ان میں بریگیڈیئر صاحبداد صوبائی وزیر، میجر چوہدری طفیل محمد شہید نشان حیدر جنرل مظفر الدین چوہدری گورنر مشرقی پاکستان، بریگیڈیئر عطاء محمد صوبائی وزیر، وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد سوار خاں گورنر صوبہ سرحد و پنجاب، ایئر مارشل اے رحیم اور جنرل امتیاز چوہدری ملٹری سیکرٹری برائے سابق وزیر اعظم قابل ذکر ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں بے مثال بہادری کے عوض تمام متحدہ افواج میں چھبیس وکٹوریہ کراس دیئے گئے۔ جن میں سے دو میڈل گوجر قوم کے سپوتوں نے حاصل کئے۔ ان میں ایک ہندو

گوجر حوالدار کنول رام آف کرنال اور دوسرے مشرقی پنجاب سے نائک فضل دین گوجر تھے تقسیم کے بعد بھی دشمنوں کی سرگرمیاں اور سازشیں ماند نہ پڑیں اور مقدس وطن کی دیواروں میں دراڑیں پڑنے لگیں تو غیور گوجر قوم کے حرّی سپوت میجر طفیل محمد شہید نشان حیدر فاتح لکشمی پور نے اپنے سرخ لہو سے اس کی بنیادوں کو استحکام بخشا۔ جب پاکستان کی شہ رگ کشمیر پر خط تنسیخ پھیر دینے کے لئے افرنگ و ہنود باہم متحد ہوئے تو گوجر برادری کے عظیم مجاہدوں بابائے کشمیر چوہدری غلام عباس مرحومؒ، شیر جنگ کیپٹن نتھا خاں اور کرنل محمد اقبال ستارہ جرأت نے بہادری کی لازوال داستانوں کو جنم دیا۔ موجودہ ریاست آزاد جموں و کشمیر کا وجود انہی شاہینوں کی عقابی پھڑک کا نتیجہ ہے۔ قیام پاکستان کے دوران بھی گوجر برادری نے کثیر تعداد میں ہجرت کی اور بے شمار مرد وزن اس دوران جام شہادت نوش کر گئے۔

متحدہ ہندوستان میں جب فرقہ پرستی کا آتش فشاں ہر جانب پھٹ پڑا اور مسلم لیگ کے ہندو مسلم اتحاد کا تصور شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تو گوجر برادری کے فرزند اور تاریخ تحریک پاکستان کے عظیم مرکزی رہنما نقاش پاکستان چوہدری رحمت علیؒ مرحوم خالقِ اسم و نظریہ پاکستان، بانی پاکستان نیشنل موومنٹ کیمبرج نے ۱۹۱۵ء میں بزم شبلی اسلامیہ کالج لاہور کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے دو قومی نظریے کی بنیاد پر علیحدہ اور خود مختار اسلامی ریاست کے قیام کا واضح، غیر مبہم اولین تصور پیش کیا۔ (ملاحظہ ہو سٹرگل فار پاکستان، مصنف ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی) ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو آپ

نے معرکۃ الآرا تاریخی اعلان "ناو آر نیور" جاری کیا۔ جس میں اپنی تصوراتی مملکت کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کے علاوہ مجوزہ اسلامی مملکت کو پاکستان جیسا دلکش اور جامع نام عطا فرمایا۔ خالقِ تصور پاکستان چوہدری رحمت علیؒ کا نظریہ شاعرِ مشرق سر محمد اقبال کی تجویز سے دو طرح مختلف اور منفرد تھا اول یہ کہ سر محمد اقبال چار شمالی صوبوں کو ملا کر ہندوستانی وفاق کا مسلم صوبہ بنانا چاہتے تھے جبکہ چوہدری رحمت علیؒ ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست کے مبلغ تھے۔ دوئم یہ کہ سر محمد اقبال کے خطبہ الٰہ آباد میں کشمیر اور بھارت کے دیگر علاقہ جات میں مقیم موجودہ پاکستان سے کئی گنا زائد مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کی نشاندہی نہ کی گئی تھی جبکہ چوہدری رحمت علیؒ کے تصور پاکستان میں کشمیر کو نہ صرف مرکزی حیثیت دی گئی بلکہ لفظ پاکستان میں "ک" کشمیر ہی کی نمائندگی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں چوہدری رحمت علیؒ وسطی اور جنوبی ہند کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے بھی اتنے ہی فکر مند تھے جتنے پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان اور جموں و کشمیر کے لئے۔ چوہدری صاحب بنگال کو پاکستان کا حصہ بنانے کے حق میں نہ تھے۔ بنگالی مسلمانوں کے مستقبل کی راہ متعین کرنے کے لئے آپ نے بنگستان کے عنوان سے ایک کتابچہ تحریر کیا جس میں بنگستان بطورِ آزاد اسلامی ریاست کا خاکہ پیش کیا۔ اسی طرح دیگر مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آپ نے عثمانستان، معینستان، موپلستان اور صافستان وغیرہ نامی کتب شائع کیں۔ چوہدری رحمت علیؒ نے ۱۹۴۷ء میں بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی قائدِ اعظم کی مدبرانہ قیادت میں آپ نے بھارت کی بڑی مسلمان اقلیت اور پاکستان کے استحکام کے لئے جدوجہد جاری رکھی اور آخر دم تک

مسلمانوں کے کاز کے لئے مصروف عمل ہے۔ آج آپ بغیر نمازِ جنازہ کے بطورِ امانت کیمبرج یونیورسٹی کے احاطہ میں دفن ہیں۔ افغان قوم نے تو چالیس سال بعد سید جمال الدین افغانی کا جسد خاکی افغانستان لا کر شایانِ شان طور پر دفن کر لیا تھا لیکن تا حال پاکستانی قوم اور حکومت ہائے پاکستان کو اپنے افغان بھائیوں کی تقلید کی توفیق نصیب نہیں ہوئی ہے۔

میری نمازِ جنازہ پڑھائی غیروں نے

مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

برصغیر پر انگریزوں کا دائرۂ فرمانروائی مضبوط و مستحکم ہو چکا تھا کہ مسلمانوں نے جدید مغربی تعلیم کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اس کے برعکس ہندوؤں نے جوق در جوق انگریزی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور اعلیٰ عہدوں پر تعلیم یافتہ ہندو نامزد ہونے لگے۔ اس افسوسناک صورتِ حال کو پنجاب میں گوجر قوم کی مینار نما شخصیت نواب سر فضل علیؒ صاحب نے شدت سے محسوس کیا۔ آپ نے پنجاب بھر کے مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے زمیندارہ ایجوکیشنل سوسائٹی قائم کی اور ضلع گجرات بھر میں سکولوں کالجوں کا جال پھیلا دیا۔ ان ایام میں گوجرات کے نواحی پانچ چھ اضلاع میں کوئی تعلیمی ادارہ نہ تھا، پنجاب بھر سے علم کے متلاشی گجرات کا رخ کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ خان بہادر نواب سر فضل علی صاحب کو سر سید پنجاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے کسانوں اور مزارعوں کی فلاح و بہبود کے لئے بھی زمیندارہ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی۔ آجکل نوابزادہ ظفر مہدی سابق ایم این اے

نوابزادہ چوہدری مظہر علی رکن وفاقی مشاورتی کونسل اور نوابزادہ چوہدری مظفر علی چیئرمین ضلع کونسل گوجرات بھی نواب سر فضل علی صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آجکل نوابزادہ غضنفر علی گل زمیندارہ ایجوکیشنل سوسائٹی کے صدر ہیں۔

۱۹۷۰ء میں سیاسی، دستوری وملکی عدم استحکام کا اژدھا منہ کھولے کھڑا تھا۔ اس نازک موقع پر گجر قوم کی ایک عظیم شخصیت اور پاکستان کے تا وقتِ تحریر پہلے و آخری منتخب صدر فضل الٰہی چوہدریؒ مرحوم ومغفور نے قوم کی راہنمائی فرمائی اور دستوری وسیاسی ضابطہ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چوہدری موصوف نے ملتِ اسلامیہ کو منظم کرنے میں اہم اور تاریخی کردار ادا کیا۔ آپ کی کاوشوں سے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی جس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی۔ حسنِ اتفاق ہے کہ جب گوجر برادری کے فضل الٰہی چوہدری پاکستان کے صدر تھے تو ایک دوسرے سپوت چوہدری فخرالدین علی احمد بھارت کے عہدۂ صدارت پر فائز تھے۔

مادیت کا دور دورہ ہوا، روحانی قدروں کو پامال کیا جانے لگا تو گوجروں کے پورسوال خاندان کے معروف صوفی بزرگ حضرت میاں محمد بخشؒ مصنف سیف الملوک اور حضرت میاں غلام رسول مصنف قصص المحسنین نے اپنے عارفانہ کلام اور تبلیغ اسلام سے لوگوں کے دلوں کو نہ صرف حرارت بخشی بلکہ نورِ ایمانی سے بھی منور کر دیا۔ شاعر انقلاب ساحر لدھیانوی بھی گجر قبیلے کے فرزندِ جلیل تھے انہوں نے معاشرے کے افلاس زدہ طبقے کو زبان اور اپنا حق چھین لینے کا درس دیا۔ ساحر لدھیانوی کا

اصل نام چوہدری عبدالحئی تھا۔ آپ لدھیانہ کے ایک بہت بڑے جاگیر دار چوہدری فضل احمد گوجر کے ہاں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد قائم ہونے والی حکومتوں میں گوجر قوم کے جن راہنماؤں نے پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کی اُن میں صدر پاکستان فضل الٰہی چوہدری (گوجرات) وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل سوار خاں گورنر سرحد و پنجاب (گجر خاں)، جنرل مظفر الدین چوہدری گورنر مشرقی پاکستان (لاہور)، جسٹس کرم الٰہی چوہان چیف الیکشن کمشنر آف پاکستان (گجرات)، چوہدری انور عزیز وفاقی وزیر خوراک و زراعت (تحصیل شکر گڑھ۔ سیالکوٹ)، چوہدری سلطان علی مرکزی مشیر برائے خوراک و زراعت (فیصل آباد)، ڈاکٹر امیر محمد خاں پی ایچ ڈی صدارتی مشیر برائے خوراک و زراعت (گوجرانوالا) چوہدری عبدالحمید وزیر تعلیم و بلدیات مغربی پاکستان (فیصل آباد)، چوہدری غلام احمد رضا وزیر تعلیم یا ست جموں وکشمیر، بریگیڈیئر صاحبداد خاں صوبائی وزیر (گوجرات)، سردار صغیر احمد صوبائی وزیر (سرگودھا) میاں افضل حیات آف کوہلیاں صوبائی وزیر (گجرات)، بریگیڈیئر عطا محمد صوبائی وزیر، پروفیسر ڈاکٹر محمد رشید چوہدری صوبائی مشیر دماغی امراض، مولانا عبدالحکیم ایم این اے وسینیٹر (مانسہرہ)، چوہدری محمد اشرف سینیٹر (رحیم یار خاں)، چوہدری غلام نبی ایم این اے (فیصل آباد)، چوہدری عطاء الٰہی ایم این اے (گوجرات)، حکیم سردار محمد خاں ایڈووکیٹ ایم این اے (گجرات)، نوابزادہ چوہدری ظفر مہدی ایم این اے (گوجرات) چوہدری عبدالرحیم ایم ایل اے (سیالکوٹ) نوابزادہ کرنل اصغر علی ایم ایل اے (گجرات)، میاں فتح محمد کوہلیاں

ایم ایل اے (گوجرات)، چوہدری محمد طارق ایم پی اے (گوجرخاں)، چوہدری محمد اقبال چیلیانوالہ ایم پی اے (گجرات)، چوہدری محمد رفیع ایم پی اے (لیہ) چوہدری رحمداد ایم پی اے (گوجرات)، چوہدری مشتاق احمد ایم پی اے (سیالکوٹ)، چوہدری محمد حنیف ایم پی اے (ملتان)، ان کے علاوہ فیڈرل کونسل (مجلسِ شوریٰ) کے اراکین سردار ڈوڈا خان زرکزئی زہری چیف آف جھالاوان بلوچستان، سردار رسول بخش زرکزئی آف خضدار، مولوی عبدالرحیم میرداد خیل آف کوئٹہ، چوہدری منظور حسین گجر آف شیخوپورہ، چوہدری قربان علی چوہان آف دہاڑی، چوہدری محمد اقبال گوجر چیلیانوالہ آف گجرات، چوہدری محمد ادریس تاج آف سیالکوٹ چوہدری محمد اکرم ایڈووکیٹ آف گوجرات، چوہدری مہدی خاں آف سیالکوٹ، نوابزادہ منظہر علی چوہدری آف گجرات، چوہدری زاہد حمید آف رحیم یار خاں اور حکیم چوہدری سردار محمد خاں ایڈووکیٹ آف گوجرات قابلِ ذکر ہیں۔

اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکتِ خداداد پاکستان بیرونی سازشوں سے زیادہ اندرونی خلفشار کا شکار ہے۔ بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ آج ہم پاکستانی کہلانے کی بجائے پنجابی، پٹھان، سندھی، بلوچی اور کشمیری کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں۔ صوبائی تعصبات عروج پر ہیں۔ پختونستان، سندھودیش، آزاد بلوچستان اور خودمختار کشمیر کے نعرے تسلسل کے ساتھ سننے کی وجہ سے کان بھی مانوس ہوتے جا رہے ہیں۔ ان تمام حالات کا گہرا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صرف اور صرف گوجر قوم ہی صوبائی تعصبات کو جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتی ہے۔ کیونکہ گوجروں نے ہر دور میں اس دھرتی کی حفاظت اپنی

جانوں کو قربان کر کے کی۔ گوجر قوم پاکستان و آزاد کشمیر کے تمام علاقوں میں اکثریت سے آباد ہیں، مزید براں سندھی، بلوچی، پختون، قبائلی، کشمیری اور پنجابی گوجر وطن کے تمام شعبوں میں یکساں طور پر قومی خدمات سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ گجر قبیلہ تمام علاقائی تعصبات سے بالاتر ہو کر ملکی وحدت اور مضبوط و مستحکم وفاق میں یقین رکھتا ہے۔ اگر کوئی حکومت صوبائی تعصبات کو دفن کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ گوجر برادری کی بھرپور سرپرستی کرے۔ کیوں کہ اس سے قبل عوامی دورِ حکومت میں بھی گوجر برادری، ملک لہراسب خاں گوجر مرحوم ریٹائرڈ اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس صوبہ سرحد کی قیادت میں علاقائی تعصبات کے خلاف کامیاب کردار ادا کر چکی ہے یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پختون اور قبائلی گوجروں کی بھرپور مخالفت و مزاحمت کی وجہ سے علیحدگی پسند عناصر اپنی موت آپ مر چکے ہیں۔

مصنف کا خاندان

رائے محمد اشرف گوجر کا تعلق سلومبر یا لومبر خاندان سے ھے۔ خاندان سلومبر میواڑ کے راناؤں کی شاخ ھے۔ اورنگ زیب کے زمانے میں میواڑ کی ایک ریاست سلومبر تھی۔ جس کا حکمران رانا رتن سلومبر تھا جس نے روپن گڑھ کی حرمت کے لئے اورنگ زیب کی خواھش کو ناکام بنا دیا اس بہادری کی وجہ سے رانا رتن سلومبر تاریخ میں "میواڑ انگوٹھی کا نگینہ" کہلاتا ھے۔ میواڑ کو جب مرھٹوں نے پامال کیا تو رتن بادشاہ کا پوتا کھڑک سنگھ پنجاب آگیا اور ضلع انبالہ کے ایک وسیع رقبہ پر قابض ھو گیا۔ رانا رتن سلومبر کے دوسرے لڑکوں کی اولاد میواڑ میں آباد ھے اور ویدک مذھب سے تعلق رکھتی ھے سلومبر کا لفظی مطلب آسمان کا ستارہ ھے۔

مصنف کا مکمل شجرہ نسب

- رانا رتن سلومبر
- رائے کھڑک سنگھ
- چوھدری
- چوھدری محمد اسماعیل
- رانا لبھا — رانا فریر — رانا شرف الدین
- ماھی — سباھی — کاھی — نیسکا — کیسماں

غلام الدین ——— دلیل ——— میلو ——— بجیرا

یوسف

پیر بخش

رمضان ——— اسماعیل ——— منشی

صوفی رحمت اللہ گوجر

چوہدری فیض محمد

رائے محمد اشرف گوجر — محمد اکرم — محمد اسلم — محمد ادریس — محمد الیاس — محمد یونس

تحریر و ترتیب (رانا علی حسن چوہان)
مصنف: تاریخ گوجر

اک ولولہ تازہ دیا جس نے دلوں کو ......

مادیت کے اس دور میں غمِ روزگار نے انسان کو اتنا الجھا کے رکھ دیا ہے کہ اسے فرصت کے اتنے لمحات بھی میسر نہیں کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہ ہو سکے جو قوم وقت کے ساتھ نہیں چلتی وقت کے بے رحم تھپیڑے اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ جو قومیں اپنی پہچان کھو دیتی ہیں ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ خود شناسی کسی قوم کی ترقی کا راز ہوتی ہے۔ اس کتاب میں اسی روح کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

میرے ذہن میں بڑی مدت سے یہ خیال اجاگر تھا کہ نفسا نفسی کے اس دور میں گوجر قبیلہ کے ماضی وحال پر مشتمل ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہو جس کا قلیل وقت میں مطالعہ ہو سکے۔ میرے پیارے دوست محمد اشرف گوجر نے اس فریضہ کو بطریقِ احسن انجام دے کر گوجر قبیلہ پر گراں قدر احسان کیا ہے۔

محمد شہباز چوہدری
فائنل ایئر - ایم بی بی ایس
میڈیکل کالج - راولپنڈی